

# مزارع اور ربا

محمد یوسف گوریہ

**ذرائع پیداوار کی وسعت** | انسانی آبادی اور ذرائع پیداوار میں توازن، مسئلہ معاش کا اہم پہلو ہے۔ قرآن نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کی پیداوار کو انسان کی روزی "رزقاً للعباد" قرار دے کر ذرائع پیداوار میں بے انتہا فراخی اور وسعت پیدا کر دی۔ انسان میں تسخیر کائنات "سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً" کا جذبہ بیدار کر کے ان وسیع و عریض ذرائع کو انسانی تصرف میں لانے کی طرف توجہ دلائی و انتہا میں فضل اللہ ﷻ تلاش کرو اللہ کا فضل (روزی)

**ذرائع پیداوار اور مسئلہ ملکیت** | ذرائع پیداوار کی ملکیت کا معاملہ معاشی مسئلے کا اہم ترین پہلو ہے۔ قرآن نے ذرائع پیداوار کو خالق کائنات کی ملکیت قرار دے کر اس نزاعی مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ "لله ما فی السموات وما فی الارض" جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

**ذرائع پیداوار میں مساوات** | روزی کے ذخیروں "اقواتہا" سے استفادے کا طریق کار مسئلہ معاش میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن نے اس مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ تمام انسانوں کو استفادے میں مساوی طور پر شریک کر دیا "سواء للساکنین برابر"

۱۳: ۴۵ - القرآن

۵۰: ۴۱ - القرآن

۲۸۲: ۲ - القرآن

۱۰: ۶۲ - القرآن

۱۰: ۴۱ - القرآن

ہے تلاش و جستجو کرنے والوں کے لئے۔ چونکہ معاش پر انسان کی بنیاد کی ضرورت ہے، اس لئے نسل انسانی کے کرموں طبقہ عورت کو بھی مساوات میں برابر شریک بنانے کے لئے خاص طور پر وضاحت فرمائی۔ ”للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن“ فردوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں۔ انسان صرف اس کمائی میں تصرف کر سکتا ہے جسے وہ خود اپنی محنت سے کمائے۔ ”لیس للانسان الا ما سقى“ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جو اُس نے کمایا۔

**صلاحیتوں میں تفاوت کی حکمت** | قرآن نے انسان کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں میں تفاوت کے پیش نظر کمائی کے نقطہ نظر سے بعض کے بعض پر فوق کو تسلیم کیا ہے۔ ”والله فضل بعضکم علی بعض فی الرزق“ اللہ نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس تفاوت میں اللہ کی یہ حکمت پنہاں ہے کہ جو لوگ پیدا نشی طور پر معذور ہوں یا ناگہانی آفات کا شکار ہو کر خود کمائی کرنے کے اہل نہ رہیں، ان کی ضروریات کی کفالت ان لوگوں پر ڈالی جائے جنہیں قدرت نے وافر صلاحیتوں سے نوازا ہو۔ ”فی اموالہم حق للسائل والمحروم“ ان کی کمائی میں محتاج و محروم کا حق ہے۔ ان تعلیمات کے زیر اثر لوگوں کے ذہنوں میں خود بخود یہ سوالات ابھرنے لگے کہ اپنی کمائی میں سے کتنا خرچ کریں اور کتنا پاس رکھیں۔ قرآن نے اس بارے میں ایک اصولی بات بتا دی ہے۔ ”یشلونک ماذا ینفقون قل العفو“ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے کہ جتنا ضرورت سے نادم ہو۔ **باصلاحیت افراد کی کمائی میں محتاج و محروم کی حکمت** | قرآن نے معذور و محروم افراد کی

کمائی میں حکماء شریک کر کے مسئلہ معاش کی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ باصلاحیت افراد نالدا از ضرورت کمائی دوسروں کو دیتے وقت یہ ایمان رکھتے تھے کہ ان کی

۳۹:۵۲ - القرآن

۳۲:۳ - القرآن

۱۹:۵۱ - القرآن

۱۹:۱۹ - القرآن

۲:۱۹ - القرآن

کمانی میں ایک متعین حق متاع و محروم لوگوں کا ہے۔ "والذین فی أموالهم حق معلوم للسائل والمحسوم"۔ اس آیت میں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ ہر معاشرے کو اپنے معاشرتی و اقتصادی حالات کے پیش نظر ہر فرد کی بنیادی ضروریات کا تعین کرنا چاہیے تاکہ باصلاحیت افراد اپنی زائد از ضرورت کمان کا تعین کر سکیں اور محروم کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہو سکے۔

قرآن نے انسان کا معاشرتی مسئلہ حل کرتے وقت اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کا استیصال

سرمایہ دارانہ ذہنی کو بھی سامنے رکھا، جو یہ بات پھیلانا ہے کہ جب زائد از ضرورت کمانی پر انسان کو تصرف کا حق حاصل ہو گا تو وہ زائد از ضرورت کمانی ہی کیوں کرے گا؟ قرآن نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قدرت نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں، ان میں سے وہ ہر ایک کا جواب دہ ہے۔ جو شخص جس نسبت سے ناجائز کاموں پر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرے گا یا جائز کاموں پر صرف کرنے میں تباہل برتے گا، اسی نسبت سے سزا کا مستحق قرار پائے گا۔ "ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہم شئک"۔ کان، آنکھ اور دل ان سب (صلاحیتوں) کے بارے میں یقیناً باز پرس ہوگی۔

صلاحیتیں اللہ کی طرف سے انسان کو بطور امانت دی گئی ہیں اور صلاحیتیں امانت ہیں اس امانت کی ادائیگی ان کے صحیح اور کامل استعمال سے ہوگی۔

قرآن نے ایسے انسانوں کی تعریف "القوی الامتین" "بأصلاحیت، امانت دار" کے الفاظ سے کی ہے۔ قرآنی تعلیمات سے سرشار لوگ فرائض منصبی کی ادائیگی کے وقت اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں اور اپنی محنت و مشقت کی کمانی میں حیب دوسروں کو شریک کرتے ہیں تو ایسا خلوص نیت کے ساتھ کرتے ہیں۔ "تثبیتاً من انفسہم" خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، نہ ریا و فخر کا مظاہرہ کرتے ہیں، نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ بیگار لینے کا

۱۳ القرآن - ۲۸ : ۲۶

۱۴ القرآن - ۲۴ : ۲۵

۱۵ القرآن - ۱۴ : ۳۶

۱۶ القرآن - ۲ : ۲۶۵

خیال دل میں لاتے ہیں بلکہ اپنی کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کو اپنے پروردگار کی طرف سے غیر ضروری سمجھتے ہیں اور اس ضمن میں کہہ دیتے ہیں کہ "وَمَا تَنْفَقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى" اور جو کچھ اس طرح خرچ کرو گے، اللہ کی خوشنودی کے لئے کرو گے۔ وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو کمائی غنائش کرنے اور بیگار لینے کے جذبے کے تحت خرچ کی جائے وہ ضائع ہو جاتی ہے "لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْذُّلِّ" اپنی کمائی احسان جتا کر اور بیگار لے کر ضائع نہ کرو۔

قرآنی تعلیمات پر مبنی معاشی نظام  
معذور و مصیبت زدہ کی عزت نفس کی برقراری

باصلاحیت لوگوں کی کمائی میں شریک کرتے وقت ان کی عزت نفس کو برقرار رکھنے کی پوری ضمانت دیتا ہے۔ اور اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ باصلاحیت انسان کی زائد از ضرورت کمائی محروم و محتاج کا حق ہے۔ یہ حق حقداروں کی طرف لوٹاتے وقت قرآن نے صرف اس شخص کو اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرایا ہے جو احسان جتائے بغیر اور کسی کو جسمانی اور روحانی تکلیف پہنچائے بغیر ایسا کرتا ہے۔ "لَا يَتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا ذِي لَهْمٍ" اجر و ثواب عند ربکم "ناں خرچ کا احسان جتنے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں، ایسے لوگوں کا اجر ان کے بڑے مالک کے پاس محفوظ رہتا ہے اور جو لوگ اس حق کو لوٹاتے وقت معذور و محروم اور مصیبت زدہ پر احسان جتاتے ہیں اور انہیں جسمانی و روحانی تکلیف پہنچاتے ہیں ان کی کمائی برباد ہو جاتی ہے۔ "لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْذُّلِّ" احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنی کمائی ضائع نہ کرو۔

جو شخص اپنی زائد از ضرورت کمائی میں دوسروں کا حق خیال نہیں  
دکھا و ایسے شمر رہتا ہے

کرتا اور اسے "رَبَّاءُ النَّاسِ" لوگوں کو دکھا دے کے لئے یا احسان جتنے اور اذیت دینے کے لئے استعمال کرتا ہے، اسے ایک ایسی سنگلاخ چٹان سے تشبیہ دی

۱۶ آلہ القرآن - ۲ : ۲۶۴

۱۵ آلہ القرآن - ۲ : ۲۷۲

۱۸ آلہ القرآن - ۲ : ۲۶۴

۱۷ آلہ القرآن - ۲ : ۲۶۲

۱۹ آلہ القرآن - ۲ : ۲۶۴

”جی بہ جن پر تعلق ہے جی بلی ٹی کی تہ اس کی اصلیت کو چھپاتے ہوئے ہزار ہا کا بیڑا اسے نکال کر دے اور اس کی اصلیت لوگوں پر واضح ہو جائے۔“ فثلثہ کثرت صفوان علیہ تدراب ذصابہ وابل فثکہ صلد۔“ اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر لے صاف کر ڈالے۔ اسلام نے اتفاق کی بنیاد خلوص نیت سے اللہ کی خوشنودی کے حصول کو قرار دیا ہے۔ جسے ایک ذخیرہ طیلے پر واقع باغ سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر اگر زور کا مینہ برسے تو وہ دو گنا پھل لائے اور اگر محض بوندا باندی ہو تو اس سے بھی سرسبز و شاداب رہے۔ ”ومثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ و تثبتا من انفسہم کثرت جنة بر برة اصابہا وابل فانت اکملہا ضعفین فان لم یصبہا وابل فطل۔“ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر مینہ پڑے تو دو گنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ پڑے تو پھر وہی کافی ہو۔

قرآنی تعلیمات کی رو سے ذرائع پیداوار اللہ کی ملکیت ہیں۔ مسئلہ معاش میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ان ذرائع سے استفادے کی یہ صورت پیدا کی کہ انہیں سب کے لئے مشترک قرار دیا۔ صلاحیتوں میں تفاوت میں یہ حکمت رکھی کہ محتاج و معذور و محروم لوگوں کی کفالت، باصلاحیت لوگوں پر ڈالی جاسکے اور اس شرکت کو فرض قرار دیا اور اس فرض کی ادائیگی کو باصلاحیت لوگوں کے لئے روحانی تسکین اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنایا اور معذور و محروم لوگوں کی عزت نفس کی برقراری کو ملحوظ رکھا، اس طرح ایک ایسے متوازن معاشرے کی تشکیل کے لئے بنیادی اصول دے دیئے جو ہر قسم کے استحصال سے پاک ہو۔

اسلام نے جہاں عدل و انصاف پر مبنی قدیم ظالمانہ معاشی نظام کے مفاسد کا استیصال نئے معاشی نظام کو قائم کیا وہاں قدیم ظالمانہ نظام کے مفاسد کی نشاندہی کی اور ان کے استیصال کے لئے مؤثر اقدامات کئے۔

قدیم معاشی نظام میں چند لوگ ذرائع پیداوار پر قابض ہو کر انسانوں کی کثیر آبادی کو معاشی غلام بنالیتے تھے۔ اسلام نے ذرائع پیداوار کو اللہ کی ملکیت قرار دیا اور ان سے استفادے کے لئے سب انسانوں کو مساوی حقوق عطا کئے۔

**زمین اور صنعت و تجارت** | زمانہ قدیم سے زمین اور صنعت و تجارت سب سے بڑے ذرائع پیداوار رہے ہیں۔ اگرچہ زمین کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی۔ ذرائع پیداوار کو ذاتی ملکیت میں لینے کے رواج سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے، قرآن نے انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صنعت و تجارت میں جن بدعنوانیوں کا ارتکاب ہو رہا تھا قرآن نے ان پر بھی دور کی آیات میں خاص طور پر سخت تنقید کی۔

**سود اور ربا** | قرآن نے صنعت و تجارت میں پیدا ہونے والے مفاسد کی نشاندہی کی اور ان کے لئے ایک جامع اصطلاح ”ربا“ استعمال کی اور حکم دیا ”وذرُوا مَا بَاقِيَ مِنَ الرِّبَا“ جو کچھ بھی ربا (سود) باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔ ربا کے تباہ کن نتائج کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایمان باللہ اور ربا کو دو متضاد عقیدے قرار دیا اور حکم دیا کہ اگر ایمان باللہ کا عقیدہ رکھتے ہو ”ان کنتم مومنین“ تو ربا چھوڑ دو اور اگر ربا کو نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ ”فان لم تفعلوا فاذنوا بحسب من الله ورسوله“

ربا کی تعریف یہ ہے: ”الربا الفاسد“ والربح الذمی یتناولہ المرابی من مدینہ“ ربا ہر اس قلیل یا کثیر فائدہ یا نفع کو کہتے ہیں جو مالدار و سرمایہ دار اپنے مال و سرمایہ کے بدلے کسی ضرورت مند سے قرض کے صلے میں حاصل کرتا ہے۔ یہ فائدہ خواہ بلا واسطہ مال میں اضافے کی صورت میں ہو، خواہ بالواسطہ جہانی بیگار اور انسانی محنت کے استحصال کی شکل میں ہو، ربا کہلاتے گا۔ علاوہ ازیں ربا ہر قسم کے تجارتی، سماجی و معاشرتی لین دین

کہا بھی مخططات میں استحصال کی جملہ اقسام پر مشتمل ہے۔

اس سے بڑے ذریعہ پیداوار زمین کو ذاتی ملکیت میں لینے کے نتیجے میں جاگیر داری اور زمینداری کا استحصالی نظام پیدا ہوا۔ اسلام نے

اس نظام کے مفاسد کے اسباب کی نشاندہی مزارعت اور مخابرت کی اصطلاحات سے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو ثباتی یا لگان پر دینے سے منع فرمایا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن کولہ المزارع <sup>بجملہ</sup>

ایک اور موقع پر اس کی وضاحت یوں فرمائی: "جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو مزارعت کے لئے دے دے، مگر کرائے پر نہ دے، نہ تنہائی پیداوار پر، نہ چوتھائی پر، نہ ایک مقررہ مقدار غلہ پر" <sup>۸۱</sup>

مخابرت کے بابے میں ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرة قلت وما المخابرة قال ان تأخذ الارض بنصفها وثلاث اور <sup>۸۲</sup> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے حضرت زید بن ثابت صحابی رسولؓ سے پوچھا مخابرت کیا ہے؟ حضرت زید نے جواب میں کہا کہ مخابرت یہ ہے کہ تم آدمی، تنہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین لو۔

امام زبلی نے ثباتی، لگان، مستاجری وغیرہ کی جملہ اقسام کی ممانعت نقل کی ہے۔ واخرجه البخاری ايضا عنه قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المحاقلة والمخابرة

۸۱ امام ابن حزم نے ان اقسام کو "بیع قرض وسلم" کا نام دیا ہے (المحلّی طبع مصر، ج ۸۲، صفحہ نمبر ۳۶۷)۔

۸۲ محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح البخاری، طبع مصر، ۱۳۷۷ھ، الجزء الثالث صفحہ ۱۴۱۔

۸۳ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ الحازمی، متوفی ۵۸۴ھ کتاب الاعتبار، طبع منیریہ، مصر،

۱۳۶۴ھ صفحہ ۱۳۵۔

۸۴ امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، جلد ۳، ص ۲۷۳، بیروت

### والملازمة والمناذرة والمزاينة

جلیل القدر صحابہ نے مزارعت و مختاریت کی ممانعت کے بعد امام ابن حزم نے خلافت اسلامیہ کے عظیم تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے<sup>۱</sup> عکرمہ، مجاہد اور عطاء (مکہ) قاسم بن محمد (مدینہ) مسروق اور شعبی (کوفہ) ابن سیرین اور حسن بصری (بصرہ)، مکحول (دمشق) طاووس (حلب) ان سب نے زمین داری اور جاگیر داری کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

امام البریسی نے مزارعت کے خلاف امام اعظم کا مشہور فتویٰ اس طرح نقل کیا ہے:  
اذا اعطى الرجل الرجل ارضا مزارعته بالنصف (والثلث او الربع او اعطى بخلا او شجرا معاملته بالنصف او اقل من ذلك او اكثر فان ابنا حنیفہ کان یقول هذا كله باطل<sup>۲</sup>

جب کوئی شخص زمین آدھی یا تہائی یا چوتھائی پر کسی دوسرے شخص کو دے یا کھجور اور دیگر پھلوں کے باغ کا معاملہ آدھی یا اس سے کم و بیش ثباتی پر کرے تو امام ابو حنیفہ ایسی صورت میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب باطل ہے۔

مزارعت و مختاریت کی واضح ممانعت سے ثابت ہوا کہ ذرائع پیداوار کا صرف اسی حد تک تصرف جائز ہے، جس حد تک ان سے خود اپنی محنت سے کمائی کی جاسکے خاندان ضرورت زمین، نان و از ضرورت سرمائے کا طرح ہے۔ اور نان و از ضرورت سرمائے، محتاج و محروم کے حق کو روک رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کی خبر سنائی ہے: "والذين يكتنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل (الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جیابہم وجنوبہم وظهرہم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکتزون<sup>۳</sup> جو لوگ سونا چاندی (سرمایہ) جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن وہ زلزلہ و دوزخ کی آگ میں

۱۔ نصب الرایۃ، ج ۱ ص ۱۲، ذابحیل (انڈیا) ۱۹۳۸ء

۲۔ ابن حزم، المحلی، طبع بیروت، ج ۸ ص ۲۱۳

۳۔ اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی، طبع مصر ۱۳۵۷ھ، صفحہ ۴۱ - ۳۲ القرآن ۹: ۳۴-۳۵

خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پشیمانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

صنعت و تجارت میں سود و ربا اور اراضیات میں مزارعت و محابرت کے مترادف ہونے کا ثبوت خود نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: من لم یبذل المخابرة فلیاذن بحرب من اللہ ورسولہ ﷺ جو شخص محابرت سے باز نہ آئے وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ یہ وہی اعلان جنگ ہے جسے قرآن نے سود و ربا کا کاروبار نہ چھوڑنے والوں کے خلاف کیا تھا۔ "فان لم یفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" اگر سودی کاروبار سے باز نہ آؤ تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ بعض حدیثوں میں مزارعت و محابرت پر "ربا" کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اب تک کے مباحث کا خلاصہ یہ ہے:-

(الف) ذرائع پیداوار صرف اللہ کی ملکیت ہیں۔

• انسانی صلاحیتوں میں تفاوت، محتاج و محروم کی کفالت کا سبب ہے۔

• خدا داد صلاحیتیں اللہ کی امانت ہیں، ان امانتوں کی ادائیگی صلاحیتوں کے کامل استعمال پر موقوف ہے۔

• محتاج و محروم شخص باصلاحیت انسان کی کمائی میں بطور نیرات نہیں حکماً شریک ہے۔

• باصلاحیت کی نانداز ضرورت کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کا اصل محرک اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔

(ب) مسئلہ معاش میں فساد کا اصل سبب اراضیات میں مزارعت اور صنعت و تجارت میں سود (ربا) ہے۔

• اسلام میں مزارعت و محابرت اور سود و ربا مترادف ہیں اور دونوں کی ممانعت ہے۔

۳۱۱ مواردا لظمان الی زوائد ابن حبان طبع سلفیہ مصر، صفحہ ۲۷۷، حدیث نمبر ۱۱۳۳ - نیز ابوداؤد

۳۵ القرآن ۲: ۲۷۹

۳۶ مناظر احسن گیلانی، اسلامی معاشیات، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۴ء، صفحہ ۳۷۵، تشریحی نوٹ۔